ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۶ر جولائی ۱۹۸۲ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
ڈیڑھ روپیہ
28
3

حدیث اور معاشرت

ترتیب ——— محمد منصور الزماں صدیقی

امداد اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو کی جا سکتی ہے مگر ظالم کی مدد کیسے ہوتی ہے۔ فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ تم اسے ظلم کرنے سے روکے۔ تیرا اسے ظلم سے باز رکھنا ہی مدد کرنا ہے۔ (بخاری)

اذیّت مسلمانوں کو اذیت نہ دو، انہیں عار نہ دلاؤ، ان کے عیب نہ ڈھونڈو اس لئے کہ جو شخص کسی کے عیب ڈھونڈتا ہے خدا اس کے عیب ڈھونڈتا ہے اور جس کے عیب خدا ڈھونڈتا ہے، خدا اسے رسوا کرتا ہے، خواہ وہ گھر کے اندر ہی چھپ کر بیٹھ رہے۔

احتیاط تدبیر کے برابر کوئی عقل نہیں (عقل مدبرکے برابر کوئی عقل نہیں) اور اجتناب و احتیاط سے بڑھ کر کوئی تقویٰ نہیں اور خوش خلقی سے بہتر کوئی حسب نہیں۔

بد دعا اپنے آپ کو مظلوم کی بد دعا سے بچاؤ، اس لئے کہ وہ خدا سے صرف اپنا حق مانگتا ہے اور خدا حق دار کو اپنا حق مانگنے سے نہیں روکتا۔ (یعنی اسے اس کا حق ضرور دیتا ہے)

نعمت جو شخص اپنے پروردگار سے ڈرے۔ اس کے لئے دولتمندی بری چیز نہیں اور پرہیز گار کے لئے جسمانی صحت دولت سے بہتر ہے اور خوشحالی خوش دلی خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

رزق رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے، جس طرح موت آدمی کو ڈھونڈتی ہے۔

سخاوت و بخل کوئی ایسا دن نہیں جس میں آسمان سے دو فرشتے نہ اترتے ہوں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے۔ یعنی جو شخص کارِ خیر میں یا جائز کام میں دولت صرف کرتا ہے تو اسے اس سے زیادہ دے۔ دوسرا فرشتہ کہتا ہے اے اللہ! بخیل کے مال کو تلف کر دے۔

پڑوسی جبریل مجھے ہمسایہ کے متعلق ہمیشہ تاکید کرتے رہے یہاں تک مجھے خیال گزرا کہ وہ ہمسایہ کو وارث نہ بنا دیں۔

مومن وہ شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا جو خود تو سیر ہو کر کھائے مگر اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

جلد ۲۸ شمارہ ۳
جمعۃ المبارک ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
عبدالرشید انصاری ——— کراچی
ظہیر میر۔ ایم اے ایل ایل بی

دفاتر

کراچی: انجمن خدام الدین بلڈنگ، پہلی چورنگی، ناظم آباد، کراچی۔ فون ۲۱۱۴۴۳

لاہور: خدام الدین مرکز، اندرون شیرانوالہ دروازہ۔ فون ۶۴۹۱۴

بدل اشتراک

سالانہ	۶۵ روپے
ششماہی	۳۳ روپے
سہ ماہی	۱۷ روپے

فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ

سالانہ خریداری برائے غیر ممالک
بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۰۰ روپے
کویت، اومان، شارجہ، دوبئی، اردن، شام	۲۴۰ روپے
انگلینڈ، یورپ	۲۹۰ روپے
امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا	۲۶۵ روپے
افریقہ (بذریعہ...)	۴۰۵ روپے
ہندوستان، افغانستان	۱۶۰ روپے

ناشر: مولانا عبید اللہ انور۔ طابع: الٰہی بخش
مطبع: ...پرنٹرز ۴۸۰ ...

۲۷ رمضان

برصغیر میں مسلمان قوم اقلیت میں ہونے کے باوجود اپنے اخلاق و کریکٹر کے سبب حکمران تھی، پھر حالات نے پلٹا کھایا تو ہم محکوم ہو گئے ——— غلامی کی طویل رات جب ختم ہوئی تو اب ملک ایک نہیں تھا دو تھے (اور اب ۳) بڑا حصہ غیر مسلموں کے قبضہ میں آیا تو ایک مختصر حصہ ہمارے قبضہ میں — یہ بٹوارہ رمضان المبارک میں ہوا یعنی ۲۷ رمضان کو ——— غلامانہ ذہنیت تو تھی ہی اس لئے ۲۷ رمضان کے بجائے ۱۴ اگست یومِ آزادی قرار پایا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب ۲۷ رمضان آتا ہے، گذر جاتا ہے اور آزادی کے حوالہ سے کوئی بات نہیں ہوتی۔ یوں سچ پوچھیں تو اپنی بے تدبیریوں کے سبب بڑا حصہ کھو کر جشن آزادی منانا کس کو زیب دیتا ہے؟

بہر حال جو ہوا اس کے لئے ۲۷ رمضان کے بجائے ۱۴ اگست کا حوالہ افسوسناک ہے۔ بٹوارے کے ساتھ جو مصیبتیں آئیں ان سے عملی طور پر متاثر ہونے والی نسل کے افراد تو اب اِکا دُکا باقی ہیں۔ بعد والوں نے سُن کر یا پڑھ کر محسوس کیا کہ ہم پر کیا بیتی تھی اور کیوں؟

سوچیں! آزادی کے لئے ہم نے کتنی بڑی قیمت دی اور قوم یہ قیمت دینے پر آمادہ اس لئے ہو گئی کہ اسے اسلامی نظام کی نوید سنائی گئی تھی ——— اسلامی صورت و سیرت سے عاری لیڈر شپ پر قوم نے اعتماد کر کے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا — لیکن آج قوم سوچتی ہے کہ وہ سب کچھ فسانہ تھا، خواب تھا جو سنایا گیا تھا بتایا گیا تھا ——— اسلام دُور کی بات ہے۔ ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی ہم سے حفاظت نہ ہو سکی ——— کتنا افسوسناک

معاملہ ہے ۔ ربع صدی سے بھی دس برس زائد ہماری حیات اجتماعی کی عمر ہے ۔ پیچھے مُڑ کر دیکھیں ہم نے کیا کھویا کیا پایا ؟ اشیائے ضرورت کی کمیابی و گرانی ، اخلاقی بے راہروی، فحاشی و عیاشی ، ملاوٹ و چور بازاری ایک مصیبت ہو تو آدمی رونا روئے ؟ آج آدمی کا آدمی دشمن ہے ، انسانیت کے لباس میں بھیڑیوں کے غول چاروں طرف نظر آ رہے ہیں —— رشوت و سفارش کی تاریک رات کا سایہ چار سو مسلط ہے ۔ ع

"تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم"

والی کیفیت سے آج ہم دو چار ہیں —— رمضان المبارک کی بڑی برکات ہیں ۔ قرآن و احادیث اس ماہ مبارک کے فضائل و برکات سے اَٹے پڑے ہیں، تقویٰ و طہارت باطنی کے یہ ایام ہمیں دعوتِ فکر دے رہے ہیں ۔ کہ ہم حیات اجتماعی کی اصلاح کی فکر کریں کہ اس کے بغیر ہم مٹ جائیں گے —— **تباہ** ہو جائیں گے —— دنیائے کفر نے چار سو جو حشر بپا کر رکھا ہے اس سے عبرت حاصل کریں ۔ اب بھی ہم نے عبرت حاصل نہ کی تو کب کریں گے ؟ ۲۷ رمضان المبارک کو نہ بھولیں اس دن کئے گئے عہد کو نہ بھولیں ، نئے عزائم کے ساتھ رختِ سفر باندھیں —— اللہ تعالےٰ ہمارا حامی و ناصر ہو ۔

علعے

بقیہ : بوڑھوں کو . . . . .

خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ کا قول مبارک غافلوں کی غفلت دور کرنے کے لئے کافی ہے آپ نے فرمایا کہ :۔

"آدمی مرتے وقت تین حسرتوں کے سوا دنیا سے کوچ نہیں کرتا (۱) مال جمع کرنے سے سیر نہ ہُوا ۔ (۲) جو اسے امیدیں تھیں وہ حاصل نہ ہوئیں (۳) جو آخرت کا راستہ اب درپیش ہے اس کے لئے زادِ راہ جمع نہ کیا ۔" (تذکرۃ الاولیاء)

بڑھاپے میں کثرتِ عبادت

نیز آپ فرماتے ہیں :۔

"میں نے شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی عابد نہیں دیکھا آپ اپنی عمر کے اٹھانویں برس تک چارپائی پر نہیں سوئے اور وفات کے وقت اپنے جوان شاگردوں کو فرمایا کہ میری طرح بوڑھے ہونے سے پہلے کچھ کام (آخرت کے لئے) کر لو ۔"

(امام عبدالوہاب شعرانیؒ)

بالکل سچ ہے :۔

قدرِ وقت ار نشناسد دل و کارے نکند
بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم
(حافظ شیرازیؒ)

یعنی اس عارضی زندگی کے چار روزہ وقت کی قدر، اگر بندے کا دل نہ پہنچانے گا اور وہ کام نہ کرے گا جو بندے کے ذمے ہیں یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد بجا نہ لائے گا تو اس غفلت کی زندگی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بندہ شرمندگی اور خجالت اس جہاں سے لے کر قبر میں جائے گا ۔

(یاد رہے کہ) عمر تو وہی ہے جو اللہ تعالےٰ کی رضا والے کاموں میں صرف ہو اور اس کی طلب اور اس کے درد میں پوری ہو ۔ اس کے علاوہ گذری ہوئی باقی عمر حساب میں نہیں وہ وبال میں داخل ہے ۔

ہرچہ جز عشقِ خدا احسن ست
گر شکر خوردن بود جان کندن ست
(مکتوبات معصومیہ ۱۳۵ ۔ دفتر سوم)

اللہ تعالےٰ فہم سلیم عطا فرمائے ۔ آمین !

رمضان کے لیل و نہار

ایّامِ رمضان اور ہماری ذمّہ داریاں

مولانا اشرف علی قریشی ، استاذ حدیث جامعہ اشرفیہ، پشاور

قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے رمضان المبارک کے متعلق چند آیات میں اس کی اہمیت اور غرض و غایت بیان کی ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ترجمہ : اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر، تاکہ تم ہو جاؤ پرہیزگار ! چند روز ہیں گنتی کے ، پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور دنوں سے ، اور جن کو طاقت ہے روزہ کی اُن کے ذمے بدلا ہے ایک فقیر کا کھانا ، پھر جو کوئی خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے اس کے واسطے ، اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم سمجھ رکھتے ہو ۔ مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہُوا قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن ، راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی ، سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے ، اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیے اور دنوں سے ، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ تم بڑائی کرو اللہؐ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو ۔"

ان آیاتِ مبارکہ میں رب العزّت اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے انہیں حکم دے رہا ہے کہ آپ روزے رکھیں تاکہ فلاح پانے والے بن جائیں ۔ روزے کے اس عمل سے انسان کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ نفس پاک و صاف اور طیب و طاہر ہو جاتا ہے ۔ انسان کے اندر جو اخلاقِ رذیلہ ہوتے ہیں وہ اس سے پاک ہو جاتا ہے اس عمل سے انسان کے اندر وہ کردار پیدا ہوتا ہے جس کی تکمیل کے لئے اللہ تعالےٰ کے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ۔ آپؐ کی بعثت کا مقصدِ مبارک بھی اللہ کے بندوں کا تزکیہ قلوب ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا جو کہ حضرت خلیل نے اللہ تبارک و تعالےٰ کے حضور فرمائی تھی اس میں فرمایا گیا تھا کہ اے اللہ! ایک ایسے رسول کو ان میں مبعوث فرما جو کہ ان کے قلوب کا تزکیہ فرمائیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں جو کہ انہوں نے رب العزت کے حضور پیش کئے :۔

"اے پروردگار ہمارے ! بھیج ان میں ، ایک رسول ان ہی میں سے تاکہ پڑھے

ان پر تیری آیتیں اور سکھلا دے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے ان کو، بے شک تو ہی بہت زبردست بڑی حکمت والا ہے۔"

سورۂ بقرہ کی اس آیت میں اور سورۂ آل عمران اور سورۂ جمعہ کی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک ہی مضمون ایک ہی طرح کے الفاظ میں آیا ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپؐ کے عہدہ نبوّت و رسالت کے فرائض منصبی تین بیان کئے گئے ہیں۔ ایک تلاوتِ آیات، دوسرے تعلیم کتاب و حکمت، تیسرے لوگوں کا تزکیہ اخلاق وغیرہ۔ (معارف القرآن جلد اوّل)

اگر آپ غور فرمائیں تو رمضان المبارک کا مقصد وحید یہی ہے کہ انسان کے اندر وہ اعلیٰ صفات پیدا ہوں کہ یہ نام کا مسلمان نہیں بلکہ کردار کا مسلمان ہو، علم و عمل کا مجسمہ ہو، اس کے اندر خود غرضی کی بجائے رحم و عفو ہو، غرض کہ ایک مسلمان جسے دیکھ کر صحیح معنوں میں یہ احساس ہو کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کا فرانبردار بندہ ہے۔

روزہ کے معنی

روزہ کے معنی اللہ تعالےٰ کے فرمان کی بجا آوری کی خالص نیت کے ساتھ کھانے پینے اور جماع سے رک جانے کے ہیں۔ اس سے فائدہ یہ ہے کہ نفسِ انسان پاک و صاف ہو جاتا ہے ردّی اور گرے ہوئے اخلاق سے انسان کا تنقیہ ہو جاتا ہے۔ امّتِ محمدیہؐ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کرامؑ کی امتوں پر روزے فرض کئے گئے تھے جیسے کہ آیت مبارک میں آیا ہے کہ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ جس طرح تم سے اگلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔

حضرت معاذ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، حضرت عطاء، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ کا فرمان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا حکم تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بدلا اور ان پر اس مبارک مہینہ کے روزے فرض ہوئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں پر بھی ایک مہینہ کامل کے روزے فرض تھے ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ رمضان کے روزے تم سے اگلی امتوں پر فرض تھے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کر لیں اور سو جائیں تو ان پر کھانا پینا، عورتوں سے مباشرت کرنا حرام ہو جاتا تھا۔

ابتدائے اسلام

ابتدائے اسلام میں اس بات کی اجازت تھی کہ اگر ایک انسان باوجود قوت وطاقت کے بھی روزہ نہ رکھنا چاہے تو اس کو اس کی اجازت تھی مگر بعد میں یہ حکم دوسرے حکم میں بدل دیا گیا۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے"۔ بعد کے حکم نے تندرست و قوی کے لئے یہ اختیار کرکے اُن پر صرف روزہ لازم کر دیا مگر ایک ایسا انسان جو کہ بہت بوڑھا ہے اور اس کو روزہ رکھنے کی قوت نہیں ہے۔ اس کے لئے اب یہ حکم باقی ہے کہ وہ روزے کے بدلے میں فدیہ دے دے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی بڑی عمر (یعنی) بڑھاپے کے آخری

وقتوں میں سال دو سال تک روزہ نہ رکھا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روٹی گوشت کھلا دیا مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ روزہ رکھنے سے عاجز ہوگئے تو گوشت روٹی تیار کرکے تیس مسکینوں کو بلا کر کھلا دیا۔ (تفسیر ابن کثیر مصنفہ حافظ عماد الدینؒ)

دین فطرت

اسلام دین فطرت ہے اس میں ہر چیز میں خالقِ ارض و سماوات کی طرف سے آسانی ہے۔ ہر چیز میں رعایت دی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک بھی ہے کہ آپ آسانی والے بنو، تکلیف دینے والے نہ بنو۔ اگر آپ جائزہ لیں تو ہر چیز میں کتنی سہولتیں دی گئی ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر اپنے بندوں پر آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیں:—

"مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن ہے واسطے لوگوں کے ہدایت اور دلیلیں روشن راہ پانے کی۔ اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی۔ سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے، اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیئے اور دنوں سے، اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو۔"

آسمانی کتابوں کے نزول کی تاریخ

اس آیت مبارک میں چار چیزوں کا بیان ہوا ہے:

۱۔ رمضان المبارک کا وہ بابرکت مہینہ ہے۔ جس میں قرآن حکیم نازل ہوا ہے۔ یہ شرف و عزت والی کتاب اس مبارک مہینے میں نازل ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کی سب سے آخری کتاب جو کہ تمام سابق کتابوں کی خاتم اور جامع ہے اسی ماہ مبارک میں نازل کی گئی ہے۔" (یہ ترجمہ قرآن حجۃ الاسلام مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے ماخوذ ہے)

مسند احمد (تفسیر ابن کثیر جلد اول) کی حدیث میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیمی صحیفہ رمضان کی پہلی رات اترا اور تورات چھٹی تاریخ انجیل تیرھویں تاریخ اور قرآن چوبیسویں نازل ہوا۔ ایک روایت کے مطابق زبور بارھویں رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔ قرآن حکیم بیت العزۃ سے آسمانِ دنیا تک تو ایک ساتھ ایک مرتبہ نازل ہوا اور پھر حسب ضرورت تیئیس سال میں وقتاً فوقتاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔

۲۔ جو مسلمان بھی اس عظمت اور شرف والے مہینے کو پائے اُسے چاہیئے کہ اس مہینے کے روزے رکھے ان ساعات کو غنیمت سمجھے پتہ نہیں پھر زندگی وفا بھی کرتی ہے یا نہیں؟ کتنے بدقسمت ہیں وہ اصحاب جو کہ اس مبارک مہینے میں اپنا دامن رحمت الٰہی سے نہیں بھرتے ہیں اور یہ عظیم الشان قیمتی ساعتیں ان سے ضائع ہو جاتی ہیں اور ماتم کرنا چاہیئے ان اصحاب کو جو باوجود قدرت رکھنے کے بھی رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھتے اور اسے بوجھ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز آنے والے صفحات میں اس کی تفصیل ہم بیان کریں گے اور وہ احادیث مبارکہ پیش کریں گے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

۳۔ اسلام دین فطرت ہے اس میں انسان پر کوئی ایسی مشقت نہیں رکھی گئی ہے

جو کہ انسان کی برداشت سے باہر ہو۔ احکام اسلام جو بھی ہیں وہ سب کے سب ایسے ہیں جن میں سراسر آسانی ہے کوئی مشکل نہیں۔ اگر ایک انسان بیمار ہے یا کوئی ایسی تکلیف ہے جس کی وجہ سے روزے رکھنے کے قابل نہیں تو شریعت اسلام نے اس پر کوئی جبر نہیں کیا اُسے بعد میں گنتی پوری کر لینی چاہیئے۔

ارادۂ خداوندی

اس آیت مبارک میں اللہ تبارک و تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ اللہ تعالےٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں۔"

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہتر دین وہی ہے جو آسانی والا ہو۔ مسند ہی کی ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابو عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ تشریف لائے۔ سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے معلوم ہوتا تھا کہ وضو یا غسل کر کے تشریف لا رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ سے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا فلاں کام میں کوئی حرج ہے؟ فلاں کام میں کوئی حرج ہے؟ آخر میں حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ کا دین آسانیوں والا ہے۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔"

مسند ہی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

"لوگو! آسانی کرو سختی نہ کرو، تسکین دو، نفرت نہ دلاؤ۔ صحیحین کی حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کو جب یمن کی طرف بھیجا۔ تو فرمایا تم دونوں خوشخبریاں دینا، نفرت نہ دلانا — آسانیاں کرنا سختیاں نہ کرنا آپس میں اتفاق سے رہنا اختلاف نہ کرنا۔"

سُنَن اور مسانید میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں یک طرفہ نرمی اور آسانی والے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔" (ابن کثیر)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اللہ تعالےٰ نے ہم پر کتنی آسانی کی ہے کوئی مشکل کام ہم پر ایسا نہیں ڈالا ہے جو کہ ہماری قوت برداشت سے باہر ہو، کتنی مہربانی والے پروردگار ہیں ہمارے، اپنے عباد پر کتنی عنایتیں ہیں۔ اگر وہ چاہتے تو جو بھی حکم فرماتے اس سے خلاصی کا کوئی بھی راستہ نہ تھا، وہ مالک الملک ہیں ان کے آگے کسی کی کیا چلتی تھی کہ وہ آپ کے کام میں مداخلت کر سکے۔

تقویٰ

آپ نے اوپر کے صفحات میں رمضان المبارک کے ان ارشادات کو ملاحظہ فرمایا جو کہ رب العزت نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمائے ہیں منشائے ایزدی میں رمضان المبارک کے لیل و نہار سے کیا چیز مراد ہے اور ہمارے پیدا کرنے والے ہم سے کیا چیز چاہتے ہیں۔ روزے کا فلسفہ رب العزت نے یہ بیان فرمایا کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ - کہ ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔ اگر غور کیا جائے تو ایک تقویٰ آجانے سے انسان اور حیوان کے درمیان فرق نمایاں ہو جاتا ہے۔ کائنات میں جو کچھ ہے وہ خدائے بزرگ و برتر کی تخلیق کردہ ہے۔ حیوانات میں اور ہمارے درمیان فرق یہ ہے کہ ان کی زندگی انفرادی ہے وہ کسی کے غم دکھ میں شریک آپ کو نظر نہیں آئیں گے۔ اور وہ اس چیز کے مکلف بھی نہیں ہیں مگر اس کے برعکس انسانیت کو خدائے بزرگ و

برتر نے ایک دوسرے کے غم درد میں شریک کرنے کی تلقین فرمائی۔ ہماری زندگی انفرادیت کی بجائے اجتماعیت کی ہے۔ مسلمان وہ ہے جو کہ ایک دوسرے کے غمی و خوشی میں شریک آپ کو نظر آئے اور احکم الحاکمین کے حضور یہی اطاعت و فرمانبرداری مقصود ہے۔ اس بھوک میں انسان کو کسی کی بھوک کا احساس ہوتا ہے۔

شعبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صحابہ کرام رمضان المبارک کا پورا اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شعبان کے آخری دن خطبہ دیا اور فرمایا۔ اے لوگو! ایک بہت بڑے مہینے نے تم پر سایہ کیا ہے اللہ تعالےٰ نے اس کے روزوں کو فرض اور رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے جو شخص کسی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف قرب چاہے اس کو اس قدر ثواب ہوتا ہے گویا اس نے فرض ادا کیا۔ جس نے رمضان میں فرض ادا کیا اس کا ثواب اس قدر ہے کہ گویا اس نے رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کیئے۔ وہ صبر کا مہینہ ہے وہ مواعظ کا مہینہ ہے وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو اس میں کسی روزہ دار کو افطار کروائے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ دوسرے زمانوں کی بہ نسبت رمضان المبارک کے ایام میں زیادہ قیام لیل کی طرف ترغیب دیا کرتے تھے۔ اس سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ آپ کو یہ چیز بڑی محبوب تھی۔ رمضان المبارک کی برکات کا اندازہ آپ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ اس ماہ مبارک میں نوافل ادا کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ اس نے فرض ادا کیا اور جس نے ان ایام میں فرض ادا کیئے وہ ایسا ہے جیسے اس نے غیر رمضان میں ستّر فرض ادا کیئے۔

ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ فامر بلالا فنادی فی الناس ان یقوموا و ان یصوموا - یعنی جب گواہی گذری رمضان المبارک کے چاند کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ آپ بلائیں لوگوں کو کہ قیام کریں رات کو یعنی تراویح پڑھیں اور دن کو روزہ رکھیں - یہ مہینہ صبر کا ہے - وھو شھر الصّبر وَالصبر ثوابُہٗ الجنۃ - آپؐ نے فرمایا کہ یہ ماہ مبارک صبر کا ہے - اور صبر کا بدلہ جنت ہے -

صبر کے اصل معنی

صبر کے اصل معنی اپنے نفس کو روکنے اور اس پر قابو پانے کے ہیں۔ قرآن و سنت کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں :-

۱- اپنے نفس کو حرام و ناجائز چیزوں سے روکنا۔

۲- طاعات و عبادات کی پابندی پر مجبور کرنا۔

۳- مصائب و آفات پر صبر کرنا - یعنی جو مصیبت آگئی اس کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے سمجھنا اور اس کے ثواب کا امیدوار ہونا - اس کے ساتھ اگر تکلیف و پریشانی کے اظہار کا کوئی کلمہ بھی منہ سے نکل جائے تو وہ صبر کے منافی نہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کو شہر الصبر اس لیے فرمایا ہے کہ انسان کھانے پینے اور مجامعت وغیرہ سے بند رہتا ہے اور اس پر صبر کرنا پڑتا ہے کہ کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جس کی منع شارع نے فرمائی ہو - وشھر المواساۃ -

غم خواری

یہ مہینہ غم خواری کا ہے یعنی فقرار اور مساکین کی دیکھ بھال کا حکم دیا گیا ہے جو کہ غربت کی چکی میں پسے ہوئے ہیں مگر اس ماہ مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص تاکید فرمائی ہے کہ ان کے ساتھ غمخواری کرنی چاہئے۔ تاکہ طبقاتی نیچ اونچ کا قلع قمع ہو سکے۔ جس کو متکبرین اور خدا ناشناس اصحاب نے جنم دیا ہے۔

اس ماہ مبارک میں کسی مسلمان کا افطار کرانا بہت بڑا ثواب ہے۔ جس کے بدلے میں انسان کو جنّت کی وہ عظیم نعمت میسر آتی ہے جس کے لئے ایک مومن رات دن سعی وجہد کرتا ہے۔

وسعتِ رزق

اس ماہ مبارک میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو انسان بھی ان مبارک ایام میں کسی مسلمان کو روزہ افطار کروائے اللہ تبارک وتعالیٰ اس انسان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور اس کی گردن جہنم کی آگ سے آزاد کر دی جاتی ہے غور کیا جائے تو کتنی سعادت مندی ہے اور کتنی آسانی سے اپنے خالق کی رضامندی حاصل کی جاسکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قلنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:! اے اللہ کے رسولؐ! ہم میں سے ہر ایک افطار نہیں کروا سکتا۔ یعنی ہم سے اکثر فقرار جو کہ خود بھی بہ مشکل گذر اوقات کرتے ہیں کجا اور کسی کی دعوت کر سکیں؟

ایک گھونٹ پانی

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ اجر وثواب اس انسان کو بھی عطا فرماتا ہے جو ایک گھونٹ دودھ، ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے کسی کا روزہ افطار کرادے۔ روزہ دار کی پوری خدمت کرنا اور اسے سیر ہو کر کھلانے سے اتنا عظیم انعام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِی شَرْبَةً لَا یَظْمَاءُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّةَ الخ

جو روزہ دار کو سیر ہو کر کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو میرے حوض سے پلائے گا کہ وہ جنت میں داخل ہونے تک کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

غفور الرحیم پروردگار کی کتنی مہربانی اور انعام ہے، کون ہے جو کہ حوضِ کوثر تک اپنی رسائی ممکن بنا دے۔ کون ہے جو کہ اس رحمتِ خداوندی سے اپنا دامن بھر لے۔ انسان کو محبت مال نے اندھا بنا دیا۔ وگرنہ معاشرے کے اُن افراد کی معمولی خدمت کرنے سے سب کچھ کا یہ حقدار ہو سکتا ہے جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنے انعامات تخلیق دیئے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰهِ۔ سخی انسان اللہ کا دوست ہے اور البخیل عدو اللہ۔ بخیل انسان اللہ کو ناپسند ہے۔ پڑھنے والے اصحاب اس مقام پر ذرا غور فرمائیں کہ آپ کا شمار ان میں سے کس گروپ کے ساتھ ہے؟

حصّۂ رحمت

مذکورہ حدیث کے آخری الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے۔ وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ اِلٰی وَعِتْقٌ مِنَ النَّارِ کہ اس عظیم الشان مہینے کا اول حصّہ رحمت ہے اور درمیان عشرۂ بخشش ہے اور آخری عشرہ میں آگ سے آزادی ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام کا بوجھ ہلکا کر دے اللہ تعالےٰ اس کو بخش دیتا ہے اور آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔ ویسے بھی اپنے نوکر اور خادم کے ساتھ عفو و

درگذر کا معاملہ کرنا چاہئے، اور رمضان المبارک کے بابرکت اور بافضیلت ایام میں خاص کر خدام کا خیال رکھنا چاہئے۔ کسی بزرگ کا قول ہے جب بھی خادم کا کوئی کام آپ کو اچھا نہ لگے تو فوراً غصہ کے وقت یہ سوچ لینا چاہئے کہ یہ بھی میری طرح انسان ہے، اللہ نے مجھے اس پر برتری عطا فرمائی۔ لہذا اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے ساتھ بے انصافی کرنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ سے یہ نعمتیں چھین لے اور پھر مجھ پر بھی ایسا ہی وقت آجائے کہ میں خود غلام بن جاؤں۔

ایسے بہت سے واقعات اس روئے زمین پر رونما ہوتے ہیں کہ بعض اصحاب سمجھے نہیں اور اللہ کی زمین میں تکبر کر بیٹھے اور پھر اہلِ زمانہ نے یوں بھی دیکھا کہ جو مال و متاع والا تھا وہ اسی نوکر کا محتاج اور اسی کے در کا سوالی بن بیٹھا۔ اس اللہ کے قہر سے ہر وقت خوف رکھنا چاہئے اور دوسری بات یہ کہ غصّے کے وقت یہ سوچنا چاہئے کہ جس طرح آج میرے سامنے غلطی کا مرتکب ہوا ہے اس طرح کل میں نے اپنے مولائے کریم کے پاس حاضر ہونا ہے۔ اگر آج اسے معاف کر دوں تو کل پروردگارِ عالم مجھے معاف فرما دیں گے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ:

جس نے کسی مسلمان کی دنیا میں ستر پوشی کی اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز اس مسلمان کی ستر پوشی فرمائیں گے۔

سائلوں کو عطا

ایسے حضرات کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا رویّہ مبارک کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ شَھْرُ رَمَضَانَ اَطْلَقَ کل اسیرو اعطیٰ کل سائل۔

(حضرت) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا مہینہ آجاتا ہر قیدی کو چھوڑ دیتے اور ہر سائل کو دیتے۔

زیر دستوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا دیتے تاکہ وہ بھی آزادی کے ساتھ اس ماہ مبارک میں اللہ کی یاد کریں اور ان پر بوجھ ہلکا ہو۔ آج سارے عالم میں مظلوم اور ظالم کی جو جنگ شروع ہے اگر فقرار اور مساکین کو اسلام کے دئے ہوئے حقوق دلوائے جائیں تو سارا عالم آشتی اور محبت واخوت کا گہوارہ بن سکتا ہے، کروڑوں درود و سلام ہوں حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے خود عملی نمونہ پیش کر کے سارے عالم میں غربار اور محنت کشوں کے حقوق کا تعین فرما دیا۔

آپؐ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ ہر مانگنے والے کو آپ بے مراد لوٹنے نہ دیتے یعنی ہر سائل کو دیتے اور خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ مگر رمضان المبارک کے ایام میں آپ کی حالت بدل جاتی اور اپنی عادتِ مبارکہ سے زیادہ دیتے۔

رمضان کی آخری رات میں بخشش

رمضان المبارک کے ایام میں جب ایک انسان کے اندر انقلابی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اپنے نفس کو صبر و شکر اور غمخواری نیز شب بیداری اور طاعات کا خوگر بنانے سے یہ ایک مکمل صاحب ایمان بن جاتا ہے اور انسانیت کی اس معراج کو پہنچ جاتا ہے جس کے لئے حضرت انسان تخلیق دیا گیا ہے۔ یہ اعمال اس انسان کے لئے ابدی پیغامِ مسرت بن جاتے ہیں اور اس کو جہنم کے اس بھیانک عذاب سے نجات مل جاتی ہے جس کی گرمی و برودت کی تاب لانا ناممکن ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم سے روایت نقل فرماتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں میری امت کو بخش دیا جاتا ہے۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا وہ رات لیلۃ القدر ہے؟ فرمایا نہیں۔ لیکن کام کرنے والا جب اپنا کام پورا کرلے تو اس کو اس کا اجر پورا دیا جاتا ہے۔

شیاطین کی قید

رمضان المبارک کی برکات کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ رمضان المبارک کے ایام شروع ہوتے ہی سرکش شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:۔

"جس وقت رمضان داخل ہوتا ہے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین بند کر دئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔

آسمان کے دروازے کھولے جانا یہ کنایہ ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ پے درپے رحمت نازل ہوتی ہے اور فی الفور اعمال درجہ قبولیت پاتے ہیں۔ اور دعا قبول ہوتی ہے۔

جنت کے دروازے کھولے جانے سے مراد یہ ہے کہ انسان کو توفیق ہوتی ہے نیک کاموں کی جو کہ انسان کے دخول جنت کا باعث بن جاتا ہے۔

دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں سے مراد یہ ہے کہ روزہ دار مجتنب رہتا ایسے کاموں سے جس کی وجہ دوزخ واجب ہونے کا امکان ہو کیونکہ روزہ دار بچتا رہتا ہے کبائر سے اور بخش دئے جاتے ہیں اس کے صغیرہ گناہ روزوں کی برکت سے، شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں سے مراد یہ ہے کہ سرکش شیاطین زنجیروں میں باندھ دئے جاتے ہیں اور بعض حضرات اہل علم کہتے ہیں کہ یہ کنایہ ہے اس کا کہ اس ماہ مبارک میں شیاطین باز رہتے ہیں روزہ دار کو بہکانے سے اور وسوسے ڈالنے سے۔ انسان کے اندر قوتِ حیوانیہ جو ہوتی ہے وہ روزے کی وجہ سے مغلوب ہو جاتی ہے۔ یہی جڑ ہے غضب اور شہوت کی جو کہ شیطان کے بہکاوے میں بہت جلد آجاتی ہے اور قوت عقلیہ میں ثبات آجاتی ہے جس کی وجہ سے طاعات میں آسانی ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ رمضان المبارک کے ایام میں طاعات میں آسانی ہوتی ہے۔

وما علینا الاالبلاغ.

● اور تو ہرگز خیال نہ کر کہ اللہ ان کاموں سے بے خبر ہے جو ظالم کرتے ہیں انہیں اس دن تک مہلت دے رکھی ہے جس میں نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی۔ (سورۃ ابراہیم آیت ۴۲)

بوڑھوں کو آخرت کی کھیتی آباد کرنے میں لگے رہنا چاہیئے

محمد شفیع عمر الدین، میرپور خاص سندھ

آخرت کی کھیتی آباد کرنے میں لگے رہیں!

حدیث: الدنیا مزرعۃ الآخرۃ: (اکنوز الخلائق)

ترجمہ: "دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔"

یہ دنیا دار العمل ہے۔ جس جہان میں جو بوئیں گے وہ وہاں کاٹیں گے جو عمل جہاں کریں گے ان کا بدلہ وہاں پائیں گے۔

اس ضمن میں حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ہدایات کو یاد رکھیں، اور اس پر عمل کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"حق تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے وہ شخص اور بدنصیب ہے جو بیج (بونے کے بجائے) سارا ہی کھا جائے۔ اور اسے استعداد کی زمین میں نہ ڈالے۔ اور (بیج) کے ایک دانے کے سات سو دانے اس دن (قیامت کے دن) کے لئے ذخیرہ نہ کرے۔ جس دن بھائی سے بھائی بھاگے گا اور ماں، بیٹے سے ملنا نہ چاہے گی۔ ہر ایک کو اپنی نجات کی فکر دامنگیر ہو گی۔ ایسے شخص کے لئے دنیا و آخرت کا خسارا ہے اور اسے دونوں میں ندامت و حسرت ہی ہاتھ آئے گی۔

(لہٰذا) صاحب دولتاں (اللہ والے) دنیا کی فرصت کو غنیمت جانتے ہیں۔ وہ اسے اس غرض سے غنیمت جانتے ہیں۔ کہ اس دنیاوی فرصت میں دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے بہرہ ور ہوں کیونکہ انہیں تو یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ یہ نعمتیں اور لذتیں ہمیشہ رہنے والی نہیں بلکہ فرصت سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس میں "آخرت کی کھیتی" آباد کریں۔ اور آخرت کے لئے کام کریں۔ اور آیت شریفہ کے اس حکم کے بموجب وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ۔ (البقرہ آیت ۲۶۱)

ترجمہ: "اللہ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔"

نیک اعمال کے ایک دانے سے بیحد ثمرات حاصل کریں۔

یہی وجہ ہے کہ چند روزہ اعمال صالحہ بجا لانے پر (جنت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کی جزا دینے کا حکم فرمایا ہے وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم (البقرہ آیت ۱۰۵) "اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

(از مکتوب ۲۰۴۔ دفتر اوّل)

حضرت ابوسفیان عینیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"ہم نے ایسے لوگوں کا زمانہ دیکھا ہے کہ جب ان میں سے کوئی چالیس برس کی عمر کو پہنچ جاتا تھا تو وہ موت کے سامان کی تیاری میں لگ جاتا تھا۔ اور اپنے دوستوں سے دیوانہ بن جاتا تھا، گویا وہ مخبوط الحواس ہے۔"

(طبقات الکبریٰ)

مرتے وقت تین حسرتیں

حضرت سیدنا و مولانا

عِید آئی ہے نظامِ مُصطفٰےؐ آیا نہیں!

۱۰ جولائی ۱۹۸۲ء ——— خدام الدین کے لئے ——— حکیم آزاد شیرازی مدیر تذکرہ لاہور

اے ہلالِ عید! نکلا ہے تُو با صد کرّ و فرّ
"نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر"

ہاں مگر تیرے نکلنے کی خوشی ہرگز نہیں
زندگی کہتے ہیں جس کو زندگی ہرگز نہیں!

تُو کہ تھا فتح نشانِ غزوۂ بدر و حنین
تجھ سے روشن تھا جہانِ مشرقین و مغربین

تُو مسرت کا نہیں، ماتم کا کیوں پیغام ہے؟
آج کیوں ظلمت کدہ سب عالمِ اسلام ہے؟

وہ یہودی جن کو سب کہتے ہیں وہ مغضوب ہیں
کیوں فلسطینی مسلماں اُن سے اب مغلوب ہیں؟

بہہ رہا ہے چاروں جانب کیوں مسلماں کا لہو؟
دخترِ ارضِ فلسطیں کیوں ہوئی بے آبرو؟

کیوں یہودی قابضِ لبنان و رودِ نیل ہیں؟
کیوں مسلماں کشتگانِ تیغِ اسرائیل ہیں؟

کیوں عرب کی سرزمیں پر قبضۂ کفار ہے؟
کفر کا لشکر، ہمارے درپئے آزار ہے!

"زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں" قہر ہے، آلام ہے"
کفر کے نرغے میں سارا عالمِ اسلام ہے!

"آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے!
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے"

کیوں تماشائی حجاز و مصر و روم و شام ہیں؟
کیا اخوت کے یہی معنی؟ یہی انعام ہیں؟

کر رہا ہے ظلم اسرائیل جو لبنان میں
کیا یہی ردِّ عمل اس کا ہے پاکستان میں؟

کیوں مسلماں میں نہیں ہے جذبہ و جوشِ جہاد؟
کس لئے مردِ مسلماں ہو گیا ہے بے مراد؟

ملّتِ اسلامیہ میں کیوں نہیں ہے اتحاد؟
کیوں بنا ہے دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد؟

عید آئی ہے نظامِ مصطفٰےؐ آیا نہیں!
رحمۃٌ للعالمیں کا ہم پہ کیوں سایا نہیں؟

سن کے میری بات یوں بولا ہلالِ عید ہے
چشمۂ عیش و مسرت دل کو جس کی دید ہے

"نوجوانوں کو یہی تلقین ہے اقبال کی
اس میں گنجائش نہیں آزاد! قیل و قال کی

ہے یہی تاب و تواں، ہر ناتوانی کے لئے
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
"نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر"

دَورۂ تفسیر کی کلاس کا شاندار افتتاح

حضرتِ اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم نے سورۃ فاتحہ کی تشریح سے کلاس کا آغاز فرمایا

رپورٹ : ظہیر میرؔ

۳۰ر مئی بروز اتوار بعد نمازِ عصر جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور میں دورۂ تفسیر کی کلاس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ حضرتِ اقدس مولانا عبیداللہ انورؔ دامت برکاتہم العالیہ نے کلاس کا افتتاح فرماتے ہوئے سُورۃ فاتحہ کی رُوشنی میں بڑا پُرمغز اور پُراثر خطاب فرمایا۔ حضرتِ اُقدس کی پوری تقریر یہاں پیش کی جارہی ہے۔ تاکہ طالبانِ علم وحکمت فائدہ حاصل کر سکیں۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم نے خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا:

محترم طلبار کرام! آج سے دورۂ تفسیر کی کلاس کا باقاعدہ افتتاح کیا جاتا ہے۔ اس کلاس کو جہاں تک میری صحت نے اجازت دی مَیں خود پڑھاؤں گا۔ میرے علاوہ حضرت مولانا حمیدالرّحمٰن صاحب باقاعدہ آپ کو پڑھائیں گے۔ ان کے علاوہ مختلف موضوعات پر حضرۃ مولانا عبدالستار تونسوی صاحب، مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب، مولانا علامہ نورالحسن خانصاحب۔ اور مولانا منظور احمد چنیوٹی بھی لیکچر دیں گے۔ آپ طلبار کرام مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ اسباق میں دلچسپی لیں تاکہ ان دو ماہ میں صحیح استفادہ کیا جا سکے۔

محترم حضرات و طلبار کرام!

دُنیا میں انسان کی تخلیق کے دو نظریے کام کر رَہے ہیں۔ سائنسی نظریہ یہ ہے کہ انسان ارتقائی منازل طے کر کے معرضِ وجود میں آیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کائنات کو بنے کم و بیش ایک اَرب سال گزر گئے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بنانے کے پہلے نباتات، چرند پرند، دریائی پانی، مٹی، درخت وغیرہ بنائے۔ بعد میں انسان کو پیدا فرمایا۔ یاد رکھئے انسان مکلّف ہے۔ قیامت کے دن آپ سے سوال ہونا ہے کہ جوانی کہاں خرچ کی۔ پوری زندگی کو کیسے گزارا۔ انسانوں کے راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا۔ دنیا کا ہر ذرّہ ذرّہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کر رہا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انسان کو اللہؔ نے خود مختار بنایا، لیکن پورا بھی خود مختار نہیں۔ انسان اپنی ہمّت کے مطابق جو حاصل کرے وہ اسے مل جائے گا۔ ع

بڑھ کے جو پالے جام مینا اسی کا ہے

جو جتنی کوشش کرے گا اتنا ہی اسے مل جائے گا۔ بہرحال جب اللہ نے کائنات بنائی پہلے نباتات، پھر چرند پرند، پھر پانی، مٹی اور پھر زمین میں انسان کے لیے لوہا، پیتل، تانبا اور دوسری دھاتیں اور ہیرے اور جواہرات رکھ دیئے۔ اب جو جتنی محنت کرتا ہے اُسے اللہ نواز دیتے ہیں۔

ــہ جو بڑھے گا مرتبہ اُسی کا بڑھایا جائے گا
جو گرے گا مرتبہ اسی کا گرایا جائے گا

انسان سے اللہ تعالیٰ کی محبّت اپنی ماں کی محبّت سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ اگر کوئی آدمی دنیا میں تکلیف برداشت کرتا ہے تو وہ اپنے کیئے کی سزا پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کو ناجائز تکلیف نہیں دیتے۔ یاد رکھو! دنیا میں وہی چیز زندہ رہے گی جو دنیا کے لیے مفید ہو گی۔ باقی چیزیں وقت کے ساتھ ساتھ مِٹ جایا کرتی ہیں۔ جو چیز دنیا کے لیے "بقائے اصلہ" ہے وَہی زندہ رہے گی۔ اور جس چیز کی ضرورت نہیں ہے وہ باقی نہیں رہے گی۔ ماں کی شفقت کی ضرورت ہے تو وہ باقی رہے گی۔ چارپائی، ریل گاڑی، ہوائی جہاز اور دوسری ضروری چیزیں جو انسان کی زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہیں۔ یہ "بقائے اصلہ" ہیں۔ پہلا انسان نبی بنا کر بھیجا گیا۔ پہلے انسان کو نبی اس لیے بنا کر بھیجا گیا، کیونکہ اللہ نبی سے بالواسطہ یا بلا واسطہ کلام کرتا ہے اور پہلے انسان کو نبی بنا کر بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ انسان بدکردار نہ ہوں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ازل سے دو پٹڑیاں بچھی ہیں۔ ایک پٹڑی رحمان کی رحمانیت ہے اور دوسری شیطان کی شیطانیّت۔ جو آدمی اللہ کا بندہ بنے گا وہ رحمان کی رحمانیت کے سائے میں آجائیگا۔ اور جو اللہ کے حکموں کی خلاف وَرزی کرے گا اس کا شمار شیطانوں میں سے ہو گا۔ شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا۔ اور آگ کا کام یہ ہے کہ وہ اُوپر کو اُٹھتی ہے۔ انسان مٹی سے پیدا کیا گیا مٹی کی صِفت یہ ہے کہ وہ اوپر سے نیچے کو آتی ہے۔ آگ میں تکبر اور غلو ہے، جبکہ مٹی میں فروتنی اور عاجزی ہے۔ اللہ کی نافرمانی سے شیطان کافر ہو گیا۔ یاد رکھو، سجدہ ظاہری چیز کو نہیں ہوتا۔ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی لکھتے ہیں کہ ہر کام کے لیے فرشتے مقدر ہیں۔ حتیٰ کہ دریا سے آپ جو مچھلیاں پکڑ کر لاتے ہیں وہ بھی فرشتے ہی پکڑ کر لاتے ہیں۔ اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ فرشتوں کا محتاج نہیں ہے۔ وہ ان کے بغیر بھی سب کچھ کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کے بارھویں پارے میں ذکر ہے۔ قوم لوط کی تباہی کے لیے فرشتے آئے قوم لوط کے کچھ لوگ اس وقت بستی سے باہر گئے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں زمین اور آسمان کے درمیان پتھر معلّق رہنے۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو وہ پتھر ان پر برسائے گئے۔

طلبار کرام! ہم یہاں آپ کو حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کی روشنی میں قرآن کی تفسیر پڑھائیں گے، کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ہر چیز کو عقل کی روشنی میں حل کیا ہے۔ قرآن کی تشریح میں ہم سب سے پہلے حدیث کو لیتے ہیں۔ جو حدیث قرآن سے صریحاً ٹکرائے اسے رَد کر دیتے ہیں۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں کی چھاتیوں میں دودھ خود بخود آجاتا ہے۔ اور جب اس کی ضرورت نہیں رہتی ختم ہو جاتا ہے۔ یونان میں یہ بات عام ہو گئی تھی کہ جو چیز انسانی عقل میں سمجھ میں نہ آتی اسے تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ لیکن اسلام نے آکر اس روش کو بدلا۔ اسلام میں مسلمانوں نے جو سیکھا اس پر پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ پھر اس کی دوسروں کو دعوت دی۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کی خدمت میں آتے اور قرآن اور عمل ساتھ ساتھ سیکھتے۔ یہ عجب بات نہیں کہ حضرت عمرؓ سورۃ فاتحہ بھی نہ سمجھ سکے۔ حالانکہ ہمارے ہاں ۷ سالہ بچہ یہ سمجھ لیتا ہے۔ معاملہ یہ نہیں۔ بات در اصل یہ ہے انہوں نے جو لفظ بھی پڑھا پہلے اس پر اپنے آپ کو ڈھالا۔ پھر خود عمل کیا اور دوسروں کو اس کی دعوت دی۔

مشہور محقق نپولین بونا پارٹ کہتا ہے کہ اگر اسلام کی گود میں ایک عمرؓ اور پیدا ہو جاتا تو دنیا میں اسلام کے سوا کوئی اور مذہب نہ ہوتا۔

حضرت عمرؓ اپنے عہدِ حکومت میں گورنر بناتے تو اُس سے یہ پوچھتے کہ تمہیں قرآن کے کتنے اجزار یاد ہیں۔ جتنا قرآن زیادہ جسے یاد ہوتا اسی حساب سے اسے اہمیّت دی جاتی۔ وہ لوگ صرف تین مہینے کماتے تھے۔ پھر سارا سال اسی میں گزارا کرتے۔ اسلام کی تعلیم کو پھیلانے کے لیے صحابہ کرامؓ نے پوری پوری زندگیاں وَقف کر دی تھیں۔ حضرت امام مالکؒ کے اُستادِ محترم حضرت ربیعہ راعیؒ ۲۷ سال کی تبلیغ کے بعد

واپس آئے۔ بچے نے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ پھر والدہ کو بتانے پر بچے کو یقین آیا۔ اندازہ لگائیے کہ صحابہ کرامؓ نے اسلام کے لیے کیسا کردار ادا کیا۔ ۲۵-۲۷ سال تک دین کے لیے باہر رہے۔ آپ قرونِ اولیٰ کے دور کے صحابہ کرامؓ کے حالات پڑھ کر دیکھ لیں۔ پوری دُنیا میں ان کی قبریں ملتی ہیں۔ اسلام کے لیے اُنہوں نے لازوال قربانیاں دیں۔ تاریخِ انسانی ان کی قربانیوں کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ مَیں داد دیتا ہوں تبلیغی جماعت والوں کو، انہوں نے فرضِ کفایہ ادا کر دیا ہے۔

محترم حضرات! حضورؐ کی سیرۃ اور قرآن پر جتنا کچھ لکھا گیا۔ دُنیا کی کسی چیز پر اتنا نہیں لکھا گیا۔ اور یہ کام زیادہ تر چار پانچ سو سال کے عرصہ کے اندر ہوا ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے ۸۲ سال عمر پائی۔ انہوں نے دہلی کے اندر رہ کر تقریباً ۶۰ سال قرآن کی خدمت کی ہے۔ اس دَور میں دہلی کی کایا پلٹ کر رکھ دی ہے۔ مُسلمان قرآن سے بے تعلقی کی وَجہ سے ذلیل ہو کر رہ گیا ہے۔ مسلمانوں نے آپس میں فروعی اختلافات بڑھا لیے ہیں۔ اس لیے ذلیل ہو رہے ہیں۔ حضرت لاہوریؒ نے یہی طریقہ قرآن کا لاہور میں شروع فرمایا۔ یاد رکھو، مسلمان صرف قرآن پر ہی جمع ہو سکتا ہے۔ سیدّ انور شاہ کشمیریؒ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے انہوں نے کہا کہ بریلوی ہمیں کہتے ہیں کہ ہم وہابی ہیں اور وہ ہم پر کفر کے فتوے بھی لگاتے ہیں۔ سُن لو یہ لوگ ہمیں جو کچھ بھی کہیں قیامت کے دن یہ خود جوابدہ ہونگے۔ وہی قرآن یہ پڑھتے ہیں جو ہم پڑھتے ہیں۔ اسی حدیث کا درس وہ دیتے ہیں جس کا ہم دیتے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ مَیں نے مولانا احمد علیؒ سے کہا تھا کہ مسلمان اب صرف قرآن پر ہی جمع ہو سکتے ہیں۔ یہ قرآن سے پٹ گئے۔ اُنہوں نے عمل کر کے مجھ پر احسان کیا۔ زمیندار اخبار نے اس بات کو شائع کیا۔ مُفتی شفیع صاحب نے بھی کراچی میں بھی گھر گھر قرآن کی تعلیم کو پہنچانے کے لیے کام کیا۔ جب بھی کسی آدمی نے قرآن کے خلاف کام کیا۔ اللہ نے کسی اپنے بندے سے اپنے دین کی حفاظت کام لیا۔ اکبر نے دین الٰہیہ قائم کیا۔ جہانگیر نے اسے آگے بڑھایا حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کا مقابلہ کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ مَیں نے اسی نہج پر کام شروع کیا۔ ٹیپو سُلطان نے اسلام کے لیے لازوال قربانیاں دیں۔ اگر اس کے اپنے جرنیل غدّاری نہ کرتے تو وہ انگریزوں کا تخم مٹا ڈالتا۔ ٹیپو سُلطان نے پانچ انگریز جرنیلوں سے چکیاں پسوائیں۔ سات جرنیلوں کو گرفتار کر کے لے گیا۔ اگر اُس کے ساتھ غداری نہ ہوتی تو آج نقشہ کچھ اور ہوتا۔ شاہ ولی اللہؒ کو اللہ نے سمجھ دی۔ اُنہوں نے "فکّ کل نظام" کا نعرہ دے کر آنے والے حالات میں انقلاب کی تصویر پیش کر دی۔ شاہ ولی اللہؒ کے بعد انگریز ہندوستان میں آگیا۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے ہزاروں لوگوں تک دین پہنچایا تو شاہ عبدالعزیزؒ نے لاکھوں اِنسانوں کو مُسلمان کیا۔ حضرت علیؓ شاہ عبدالعزیزؒ کو خواب میں ملے تو فرمایا کہ پشتو سیکھو۔ اُنہوں نے اس کا مطلب یہ لیا کہ پشتُون اس سلسلہ میں آپ کی مدد کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دین کی خدمت کے لیے علمار نے بہت کام کیا۔ دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، مظاہر العلوم، شاہی مراد آباد وغیرہ میں بڑے بڑے مدارس دینیہ قائم کیے گئے۔ ۱۳ سالہ مکی زندگی میں حضورؐ نے اپنے اعمال سے مسلمانوں کے دِلوں کے اندر دین کی محبّت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ مصر، شمالی افریقہ، امریکہ، قسطنطنیہ، کابل سے پشاور، ہندوستان سے کاٹھیاوار۔ غرض دنیا کے چپے چپے پر صحابہ کرامؓ نے دین پہنچایا۔ ۸۰ اور ۹۰ ہجری کے دَوران محمد بن قاسمؒ یہاں آئے۔ سُلطان محمود غزنویؒ نے سترہ حملے کیے۔ خواجہ معین الدّین اجمیری اسی دَور میں آئے۔ محمود نے سومنات کو تباہ و

برباد کر کے رکھ دیا۔ محمود کو اللہ پر اعتماد تھا۔ وہ مقابلہ کرتا ہوا سومنات پہنچ گیا۔ محمود نے یہ کہا کہ وہ تاریخ میں یہ نہیں لکھوانا چاہتا کہ محمودؒ بت پرست تھا، بلکہ محمود بُت شِکن ہے۔ پھر شہاب الدّین غوری یہاں آئے۔ یہ محمود غزنوی کے وطن کا تھا۔ اس نے چارپائی پر سونا چھوڑ دیا تھا۔ اسی دور میں معین الدین اجمیریؒ یہاں آئے۔ ابراہیم قندوزیؒ ایک مجذوب آیا۔ اُنہوں نے اُسے انگور کھلائے۔ اس نے انگور اپنے مُنہ سے نکال کر اسے کھلایا جس سے کایا پلٹ گئی۔ حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ خالی پیٹ مجذوب سے کبھی کچھ نہ کھانا وگرنہ خود مجذوب ہو جاؤ گے۔ کہتے ہیں خواجہ معین الدّین اجمیریؒ نے ۹۰ لاکھ انسانوں کو کلمہ پڑھایا۔ ع

جو دلوں کو فتح کرے وہی ہے فاتح زمانہ

اللہ والوں نے دلوں کو فتح کر لیا۔ ہم پر آج زوال اس لیے آیا ہے کہ آج ہم نے قرآن کی تعلیم کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن انقلابی کتاب ہے۔ ریشمی رومال کی تحریک میں حضرتؒ کو لاہور لا کر نظر بند کر دیا گیا۔ حضرت نے یہاں قرآن کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا تو لاکھوں انسانوں کو صحیح دین کے راستے پر چلایا۔

اس پُر مغز تقریر کے بعد حضرتِ اقدس مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم نے سورۃ فاتحہ کا اپنا کیا ہوا ترجمہ ماخذ اور خلاصہ لکھوایا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ سُورۃ فاتحہ قرآن پاک کا لب لباب ہے۔ اس سورۃ میں توحید ہے، رسالت ہے۔ ملعون کے طریقوں سے بچنے کی التجا ہے۔

سُورۃ فاتحہ کا ترجمہ ملاحظ فرمایئے:

ترجمہ: "شروع بنام خدا جو رحمان بھی ہے اور رحیم بھی اور ہر طرح کی ستائش اللہ ہی کے لیے ہے۔ جو کل کائنات کا پروردگار ہے۔ نہایت مہربان، حد درجہ رحمت والا ہے۔ جزا اور سزا کے دن کا مالک ہے۔ خدایا ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور بس تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ ہم پر سعادت کی راہ کھول دے۔ جو تیرے انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے ان کی نہیں جو پھٹکارے گئے اور نہ ان کی جو راہِ ہدایت سے بھٹکے۔ امین۔

خلاصہ: یہ سُورۃ سارے قرآن حکیم کے مضامین کا اجمالی نقشہ ہے۔

ماخذ: آیت نمبر۱ اور آیت نمبر۲ میں توحید کا تذکرہ ہے۔

آیت نمبر ۳ میں قیامت کا ذکر ہے۔

آیت نمبر۶ میں رسالت کا ذکر ہے اور برگزیدگان۔

آیت نمبر۷ میں مرد و دین کا ذکر ہے۔

خلاصہ: قرآنِ حکیم کی اساسی حکمت جسے سُورۃ فاتحہ میں سمو دیا گیا ہے۔ نمبر۱۔ ایمان باللہ نمبر۲ جذبۂ عبودیت و نیاز جو حمد و ستائش کا متقاضی ہے نمبر۳۔ حق تعالیٰ کی ربوبیّت عامہ اور اس کے شواہد پر ایمان نمبر۴۔ عقبیٰ اور جزا و سزا پر ایمان نمبر۵۔ اسباب ظاہری ہوں یا نہ ہوں اللہ پر توکل اور استعانت۔ نمبر۶۔ صراطِ مستقیم پر چلنے اور قائم رہنے کا عزم بذریعہ دعار۔ بایمان خالص جو زندگی کے ہر شعبے میں عدل و توسط کا ضامن ہے۔ نمبر۷ مغضوب اقوام کے اوضاع و اطوار سے احتراز کا عزم نمبر۸۔ ضالین جن کا ظاہر دلفریب اور باطن قہر خدا کا باعث ہے' سے کامل احتراز کا عزم۔

حضرتِ اقدس کی تقریر کے بعد حاضرینِ مجلس میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ حضرتِ اقدس کے خادمِ خاص جناب حاجی بشیر احمد صاحب نے یہ مٹھائی اپنے ہاتھ سے تیار کی تھی۔ اس تقریب میں دُور دراز سے احباب نے شرکت فرمائی۔ انجمن خدام الدّین کے ناظمِ عمومی جناب میاں صادق صاحب، مولانا حمید الرّحمٰن صاحب، مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی اور دوسرے حضرات بھی اس مقدس اور پُر وقار محفل میں شریک ہوئے۔

علم و ادب

دنیا کی سب سے پہلی انسائیکلوپیڈیا

تحریر: ڈاکٹر آغا افتخار حسین

مسلمان قوم بحیثیت مجموعی کوئی آٹھ سو سال سے پسماندہ ہے اور اس طویل عرصے میں چند مفکرین اور سائنسدانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں نے علم اور خرد افروزی کا وہ معیار قائم نہیں رکھا جو انہوں نے اس سے قبل قائم کیا تھا اور جس کے لئے اہل یورپ آج بھی ان کے احسان مند ہیں مثلاً تاریخ عالم میں سب سے پہلے علوم و فنون کی انسائیکلوپیڈیا مسلمانوں کی ایک جماعت نے مرتّب کی تھی جس کا نام اخوان الصفا تھا ستم ظریفی یہ تھی کہ اس جماعت کو دسویں صدی عیسوی میں خفیہ طور پر یہ اہم علمی کارنامہ انجام دینا پڑا کیونکہ بدقسمتی سے اس دور میں فلسفہ اور سائنس کی تعلیم اور ترویج پر پابندی تھی اور اہل علم و فن علمی اور سائنسی مشاغل پوشیدہ طور پر ہی جاری رکھ سکتے تھے۔ اس سے پہلے کہ اس عظیم کارنامے کے بارے میں مزید کچھ کہا جائے مناسب ہوگا کہ انسائیکلوپیڈیا کی اہمیت کے بارے میں چند الفاظ پیش کر دئے جائیں۔

انسانی تہذیب کی ترقی دراصل علوم و فنون کی ترقی ہے۔ مختلف اہلِ علم اور اہلِ فن مختلف ملکوں اور مقامات پر نئے نئے نظریات اور ایجادات پیش کرتے رہتے ہیں اور ان نئے نظریات اور ایجادات کے سہارے آگے بڑھتے ہیں۔ جب بھی کوئی فاضل کسی موضوع پر غور کرتا ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ اس موضوع پر اس سے پہلے جو کچھ لکھا گیا ہو وہ اس کے علم میں آجائے۔ چنانچہ معلومات حاصل کرنے کے لئے اہلِ علم کو ہمیشہ سے سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی صورت آج بھی ہے لیکن دورِ جدید میں کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی ادارہ ہر موضوع یا ہر اہم موضوع پر معلومات جمع کر کے شائع کر دے تاکہ اس سے اہل علم اور متخصصین SPECIALISTS بھی فائدہ اٹھا سکیں اور عوام بھی اور معلومات حاصل کرنے کے لئے دشواریوں میں کچھ کمی ہو جائے۔ چنانچہ آج مغربی ملکوں میں بیشتر علوم سے متعلق معلومات کو کتابوں کی شکل میں یکجا کر دیا جاتا ہے جسے انسائیکلوپیڈیا کہتے ہیں۔ اس طرح انسائیکلوپیڈیا علم و فن کا ایک خزینہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انسان تسخیر کائنات (جس کی ہدایت قرآن حکیم میں دی گئی ہے) میں کس حد تک آگے بڑھا ہے لیکن انسائیکلوپیڈیا محض معلومات کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ بعض اوقات فکری انقلاب کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوئی ہے۔ اس کی سب سے اہم مثال فرانس ہے جہاں ۱۷۸۹ء میں انقلاب آیا۔ اور اس انقلاب کے اسباب میں اہم سبب وہ انسائیکلوپیڈیا بھی تھی جو فرانس کے ترقی پسند

اور فکر افروز مصنفین نے اٹھارھویں صدی کے وسط میں مرتّب کی تھی۔ اٹھارھویں صدی کے یورپ میں خرد دشمنی اور خردافروزی کے درمیان ایک فکری جنگ لڑی جا رہی تھی۔ مسیحی کلیسا کے پادری چاہتے تھے کہ ان کا اقتدار قائم رہے اور ان کو جو معاشی مراعات صدیوں سے حاصل ہے ان کو نہ چھینا جائے۔ یاد رہے کہ اس دَور میں فرانس کی ایک تہائی دولت پر بالواسطہ یا بلا واسطہ مسیحی پادریوں کا قبضہ تھا۔ چنانچہ وہ علوم عقلیہ کی تائید میں ہر تحریک کی مخالفت کرتے تھے۔ اور اس مخالفت میں مسیحی دین کو استعمال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ فلسفہ اور سائنس وغیرہ کی ہمیں ضرورت نہیں پس مسیحی تعلیمات کافی ہیں۔ فلسفہ اور سائنس مذہبی تعلیمات کے خلاف ہیں اور فلسفی اور سائنسدان دائرہ مسیحیت سے خارج ہیں — مسیحیت میں نئے افکار کی گنجائش نہیں۔ اس ماحول میں فرانس کے فلسفیوں اور سائنسدانوں کو آزادانہ تصنیف و تالیف کی اجازت نہیں تھی۔ آخر چند مفکرین ویدیرد، دالیمر والٹیر وغیرہ نے مل کر تصنیف و تالیف کا ایک منصوبہ بنایا جس کے تحت مختلف علوم و فنون کے نظریات کو یکجا کر کے عام فہم انداز میں قلمبند کیا گیا۔ تاکہ علم کی روشنی عوام تک پہنچے۔ اس طرح جو کتاب کئی جلدوں میں مرتب ہوئی اسے انسائیکلو پیڈیا کہا گیا۔ ظاہر ہے کہ مسیحی رجعت پسندوں نے اس کتاب کی بہت مخالفت کی، اس کی ضبطی کے احکام صادر ہوئے۔ اور اس کتاب کی جلدوں کو بر سرِ عام نذرِ آتش کیا گیا — مسیحی رجعت پسند غالباً نہیں جانتے تھے کہ کتابوں کو جلایا جا سکتا ہے لیکن افکار کو نذرِ آتش نہیں کیا جا سکتا۔ کتابیں نذرِ آتش کرنے سے افکار کے شعلے اور بھڑکے اور آہستہ آہستہ اہل فرانس پہلے مسیحی پادریوں اور پھر خود مسیحیت ہی کے دشمن ہوگئے۔ اس جبر و استبداد سے پہلے فکری اور پھر خونی انقلاب رونما ہُوا اور فرانس کی سرزمین انسانی خون سے سرخ ہوگئی۔ اس طرح مسیحی رجعت پسندوں نے مسیحیت کی کیا خدمت انجام دی اس کا قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

کچھ اسی قسم کی فضا میں آٹھ سو سال پہلے مسلمانوں نے انسائیکلوپیڈیا مرتب کی تھی۔ یہ کتاب باون (۵۲) جلدوں یا رسائل پر مشتمل ہے جسے دسویں صدی عیسوی کے آخر میں مرتب کیا گیا اس کتاب کے مرتّب کرنے والے بھی فرانسیسی مفکروں کی طرح تنگ نظر علماء کے خوف سے اپنی علمی سرگرمیوں کو پوشیدہ ہی رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ عظیم کتاب بھی فرانسیسی انسائیکلو پیڈیا کی طرح پوشیدہ طور پر مرتّب ہوئی۔ اور پھر فرانسیسی انسائیکلو پیڈیا کی طرح اسے بھی بغداد کے بازاروں میں بر سرِ عام جلایا گیا۔ البتہ فرق یہ ہے کہ فرانسیسی انسائیکلوپیڈیا جلائے جانے کے بعد فرانس میں فکری اور صنعتی انقلاب آیا۔ لیکن مسلمانوں کی انسائیکلوپیڈیا یعنی اخوان الصفا کے رسائل کی قدر مشرق میں نہ ہوئی۔ البتہ اس سے یورپ کے مفکّرین صدیوں استفادہ کرتے رہے۔

اس سے پہلے کہ میں مسلمانوں کے اس عظیم کارنامے کے بارے میں مزید کچھ لکھوں مناسب ہوگا کہ نہایت مختصر طور پر وہ تاریخی پس منظر بیان کر دیا جائے جس سے متاثر ہو کر مسلمانوں میں عقلی علوم کا ذوق ابھرا اور پھر آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ اور آخر کار عقلی علوم کی مخالفت شروع ہوگئی جو میری دانست میں مسلمانوں کے زوال کا ایک اہم سبب بنی۔

قرآن حکیم میں عقل اور تسخیر کائنات کی اہمیت کے بارے

میں جتنے واضح اشارے اور احکامات ملتے ہیں غالباً کسی دوسرے آسمانی صحیفے یا مذہبی کتاب میں مشکل سے ملیں گے۔ قرآنِ حکیم میں عقل و خرد کا تصوّر اور مقام ایک نہایت اہم موضوع ہے جس پر جتنا لکھا جانا چاہیئے تھا افسوس ہے کہ نہیں لکھا گیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علم پروری سے متعلق متعدد حدیثیں ہیں جن میں وہ اہم حدیث بھی ہے جس میں علم حاصل کرنے کے لئے چین تک جانے کا حکم صادر فرمایا گیا۔ عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ کے دَور میں مسلمان زیادہ تر فتوحات میں مصروف رہے لیکن اس کے باوجود علمی مشاغل بھی جاری رہے اور اس دور میں بعض ایسی تصنیفات اور خلفائے راشدہ کے ارشادات ملتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفائے راشدہ قرآن حکیم کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے عقل و خرد کے مقام کی اہمیت سے کما حقہٗ واقف تھے اور عقلی علوم کے شیدائی تھے۔ خلفائے راشدہ کے بعد جب مسلمانوں میں حکومت اور ریاست کا تصور بدلا۔ جمہوریت کی جگہ ملوکیت نے لی اور بادشاہت قائم ہوئی تو نہ صرف حکومت اور سیاست کے نظریات میں تبدیلی آئی بلکہ قرآن حکیم کی بعض تعلیمات کی بھی نئے انداز سے تفسیر اور تاویل کی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ اسلامی تعلیمات کو جہاں تک ممکن ہو بدلی ہوئی سیاست اور طرزِ حکومت کے مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اور ان سب آوازوں دبا دیا جائے جو اس نئے طرزِ حکومت کے خلاف اٹھتی تھیں۔ یا جن کے بارے میں یہ اندیشہ تھا کہ وہ اس نئی طرز سیاست سے متفق نہیں — سیاسی مصلحتیں اپنی جگہ ہوتی ہیں اور ان کے لئے حکمرانوں نے ہمیشہ سیاسی حربے استعمال کئے ہیں لیکن ستم یہ ہُوا کہ ملوکیت کو قائم رکھنے کے لئے اسلامی تعلیمات کو غلط انداز میں پیش کر کے استعمال کیا گیا۔ حتیٰ کہ قرآن حکیم کی آیات کریمہ کو (معاذ اللہ) جبر و استبداد کے جواز میں پیش کیا گیا۔ اس ضمن میں علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب علم الکلام میں لکھتے ہیں:-

”اختلاف عقائد کے اگرچہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتدا پالٹکس یعنی ملکی ضرورت سے ہوئی۔ بنو امیہ کے زمانے میں چونکہ سفاکی کا بازار گرم رہتا تھا طبیعتوں میں شورش پیدا ہوئی لیکن جب کبھی شکایت کا لفظ کسی زبان پر آتا تھا تو طرف داران حکومت یہ کہہ کر اس کو چپ کرا دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔ ہم کو دم نہیں مارنا چاہیئے۔ امنا بالقدر خیرہٖ و شرہٖ۔ حجاج بن یوسف کے زمانے میں جو ظلم و جور کا دیوتا تھا ”معبد جہنی“ ایک شخص تھا جس نے صحابہؓ کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ اور دلیر اور راست گو تھا وہ امام حسن بصری کے حلقۂ درس میں شریک ہُوا کرتا تھا ایک دن امام صاحب سے عرض کی کہ بنو امیہ کی طرف سے قضا و قدر کا جو عذر پیش کیا جاتا ہے کہاں تک صحیح ہے۔“ امام صاحب نے کہا۔ ”یہ خدا کے دشمن جھوٹے ہیں۔ وہ پہلے سے بنو امیہ کی زیادتیوں پر طیش سے بھرا ہُوا تھا اب علانیہ بغاوت کی اور جان سے مارا گیا۔“

قرآن حکیم کی اس غلط تعبیر کے خلاف اہل فکر نے احتجاج کیا اور کہا کہ خدا عادل ہے خدا ظلم کا حکم نہیں دے سکتا۔ عدلِ خداوندی کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے غلط اور صحیح اعمال کا خود ذمہ دار ہے ورنہ جزا اور سزا کے کیا معنی؟ اسلامی تعلیمات

عقل پر مبنی ہیں۔ عقل خدا کا عظیم عطیہ ہے دین اور اس کے احکام پر عمل کرتے وقت عقل کو استعمال کرنا ضروری ہے وغیرہ۔ اس طرح مسلمانوں میں عقل کی اہمیت کے احساس کو فروغ ہوا۔ جن لوگوں نے عقلیت پسندی کے اس نظریے کو فروغ دیا وہ معتزلہ یا قدریہ کہلاتے۔ یہ اندازِ فکر جلد مسلمانوں میں مقبول ہوا اور آہستہ آہستہ مسلمان خلفاء نے بھی اسے قبول کیا۔ خلفائے عباسیہ میں منصور، ہارون الرشید، المامون معتصم، واثق وغیرہ معتزلہ یعنی عقلیت پسندی کے نظریے کی طرف مائل تھے۔

عقلیت پسندی کے دور میں مسلمانوں نے عقلی علوم میں بہت ترقی کی۔ خلیفہ المامون نے جدید علوم کی ترقی کے لئے بغداد میں بیت الحکمۃ قائم کیا اور ہندوستان سے لے کر یونان تک بیشتر ممالک کے علمی کارناموں سے متعلق معلومات فراہم کیں۔ فلسفہ، ریاضی، طب، طبیعات، کیمیا۔ غرض جو علوم اس وقت مہذب دنیا میں فروغ پا چکے تھے ان سب کا احاطہ کیا۔ اس عقلیت پسندی اور خرد دوستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں الکندی، فارابی، ابن مسکویہ بن سینا، امام غزالی اور ان کے بعد ابن ماجہ، ابن طفیل بن رشد، نصیر الدین طوسی، البیرونی، ابن خلدون وغیرہ عظیم فلسفی اور سائنسدان پیدا ہوئے جن کے اہل مغرب اب تک معترف اور احسان مند ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ عقلیت پسندی کی اس تحریک کی

(جاری ہے)

برائے توجہ ایجنٹ حضرات وقارئین کرام

بعض شہروں کے ایجنٹ حضرات کی طرف کافی بقایا جات واجب الادا ہیں لیکن وہ حضرات ادائیگی کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے۔ ادارہ بہت بڑی رقوم وصول نہ ہونے کی وجہ سے آئندہ اخراجات کا متحمل نہیں۔ اس لئے انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ نادہندہ ایجنٹ حضرات اگر اپنے بقایا جات آخر جون تک دفتر بھجوا دیں تو اس کو پرچہ جاری رکھا جائے گا ورنہ پرچہ بند کر دیا جائے گا۔ اس صورت میں مقامی حضرات یا تو اپنا چندہ سالانہ براہِ راست دفتر میں بھیج دیں یا اپنے ایجنٹ کو مجبور کریں کہ وہ رقم ادا کرے۔

سردست ہم ان حضرات کی فہرست شائع نہیں کر رہے۔ ماہ جون کے بعد ان شہروں کی فہرست چھاپ دی جائے گی تاکہ قارئین کرام ہمارے فیصلہ سے مطلع رہیں۔

بشیر احمد چوہان ناظم

حضرت عبدالعزیز ماجشون

محمد اسحاق بھٹی

دوسری صدی ہجری کے اکابرِ رجال میں عبدالعزیز ماجشون نہایت اہمیّت کے حامل تھے۔ ان کی کنیّت ابوالاصبغ تھی۔ والد کا نام عبداللہ اور کنیّت ابو سلمہ تھی۔ عبداللہ درحقیقت فارس کے باشندے تھے جو گردشِ ایّام سے مدینہ منوّرہ کے ایک خاندان ہریر کے غلام بن گئے تھے۔ عبدالعزیز ماجشون کی پیدائش فارس ہی کے ایک شہر میں ہوئی۔ یہ اتنے خوبصورت تھے کہ انکے رخسار محراب کی طرح سُرخ تھے اور اسی بنار پر اہلِ فارس انہیں "مے گوں" کہتے تھے۔ یہ مدینہ میں آئے تو اس لفظ کو اہلِ مدینہ نے "ماجشون" میں بدل دیا اور پھر یہ لفظ ان کے نام کا جزو لاینفک بن گیا۔

عبدالعزیز ماجشون نے جو ایک ادنیٰ غلام کی حیثیت سے مدینہ میں آئے تھے، وقت کے بڑے بڑے محدثین و فقہار سے علم حاصل کیا اور قافلۂ عمر کے سن و سال کی چند منزلیں طے کیں، تو خود ان کا شمار بھی اس دَور کے عظیم المرتبت اصحابِ حدیث اور رفیع الشان اربابِ فقہ میں ہونے لگا۔ ان کی بلند پَروازیٔ فہم اور وسعتِ علم کا اندازہ اس سے کیجئے کہ بہت سے یگانۂ روزگار محدّث انہیں "امامِ علم" قرار دیتے ہیں اور ان کی بے پناہ نیکی اور فقاہت کی وَجہ سے "علمائے ربّانیین اور فقہائے مصنفین" میں سے گردانتے ہیں۔

ان کے اساتذہ کا حلقہ بڑا وُسعت پذیر ہے جن میں اس زمانے کے مشاہیر میں سے امام زہری، عبداللہ بن دینار، صالح بن کیسان، یحییٰ بن سعید انصاری، محمد بن منکدر، ہشام بن عروہ اور وہب بن کیسان ایسے آئمہ حدیث و فقہ کے اسمائے گرامی خصوصیّت سے قابلِ ذکر ہیں۔

پھر جب یہ خود مسندِ حدیث پر متمکن ہوئے تو ان کے سامنے بھی بے شمار لوگوں نے زانوئے تلمذتہ کئے جن میں ابوداؤد طیالسی، لیث بن سعد، وکیع، زہیر بن معاویہ، ابن مہدی اور ابن وہب ایسے حضرات شامل ہیں۔ یہ خوش بخت لوگ آسمانِ علم کے آفتاب و ماہتاب تھے جن سے ساری دنیا نے روشنی حاصل کی اور ان کی ضوفشانیوں سے دنیا کے تاریک سے تاریک گوشے منوّر ہوئے۔

عبدالعزیز ماجشون روایتِ حدیث میں بدرجۂ غایت محتاط تھے اور اسی وَجہ سے ابتدار میں حدیث کی روایت سے احتراز کرتے تھے۔ لیکن جب بغداد تشریف لائے تو لوگوں نے روایت کے لیے اصرار کیا اور اُنہوں نے باقاعدہ درسِ حدیث کا آغاز کر دیا۔ فرمایا کرتے "مجھے اہلِ بغداد نے محدّث بنا دیا۔" ان سے اہلِ مدینہ کی بہ نسبت اہلِ عراق نے زیادہ روایتِ حدیث کی ہے۔ یہ بڑے ثقہ تھے اور ان کا شمار بکثرت روایت کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ محدثین نے انہیں صدّیق، عادل اور ثقہ قرار دیا ہے۔

حدیث کے علاوہ یہ فقہ میں بھی بدرجۂ کمال پر فائز تھے۔ فقہ میں اہلِ مکّہ

وہ ادنیٰ غلام بن کر آئے اور اہلِ مکہ و مدینہ کے نزدیک امامِ علم ٹھہرے

اور اہلِ مدینہ انہی کے مسلک کے پیرو تھے اور اس ضمن میں ان کی اتباع و حمایت میں سخت متشدد تھے۔ کہتے تھے فقہ میں جو مقام عبدالعزیز ماجشون رح کو حاصل ہے اور کسی کو حاصل نہیں۔ اس کا اندازہ ابنِ وہب کے اس قول سے کیجیے۔ وہ کہتے ہیں مَیں نے حج کے موقع پر ایک منادی کرنے والے سے سُنا وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا:

"امام مالک اور عبدالعزیز ماجشون کے سوا کوئی شخص فتویٰ نہ دے اور نہ فقہیات کے باب میں زبان کھولے۔"

یعنی ان کے کمال تفقہ کی بنار پر مکہ اور مدینہ کے لوگ فہم مسائل میں انہی کی طرف رُجوع کرتے تھے۔

علم و فضل کے علاوہ اتقار و پرہیزگاری میں بھی ان کا جواب نہ تھا۔ ورع اور نیکی میں بھی وہ سب سے ممتاز تھے۔ مزید برآں نہایت خوبرو بھی تھے اور حُسن و جمال میں لاثانی تھے۔ شرافت و وَجاہت میں بھی ان کی مثال نہیں ملتی۔ عقل و خرد اور معاملات سیاست میں بھی ان کا درجہ بڑا اونچا تھا۔ ان کے کمالاتِ گونا گوں کے باعث خلفائے

اہلِ فارس
اُن کی سُرخ رنگت
کے پیشِ نظر انہیں
ماگون کہتے تھے ؎

بنی عباس ان کی انتہائی توقیر کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر منصور حج کے لیے بغداد سے روانہ ہوا، تو اس کا جانشین مہدی دور تک اس کی مشایعت کے لیے گیا۔ جب مہدی باپ سے اجازت لے کر رُخصت ہونے لگا تو ابو جعفر منصور نے کہا:

"دیکھو بیٹا! حج کے سلسلے میں مجھے ایک ایسے رہنما اور ہادی کی ضرورت ہے جو عمدہ اوصاف کا حامل ہو اور مسائلِ حج سے آگاہی رکھتا ہو۔ چند روز تک یہ ہادی میرے پاس مکہ مکرمہ میں بھیج دینا۔"

مہدی نے عرض کیا: "میں ایک ایسا ہادی آپ کے پاس بھیجوں گا جو عالم و فاضل بھی ہے، اونچے درجے کا محدّث، یگانۂ روزگار فقیہہ بھی ہے اور نہایت خرد مند اور زیرک و فرزانہ بھی ہے۔"

ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ عبدالعزیز ماجشون مہدی کا رقعہ لیکر ابو جعفر منصور کے پاس پہنچ گئے اور منصور ان کی فرزانگی و طباعی و امورِ حج سے کامل آگاہی اور علم و حکمت کی ہمہ گیریوں سے نہایت متاثر ہوا۔ اور اسی بنا پر وہ ان سے از حد تکریم سے پیش آیا اور ان کی ضروریات کا پورا خیال رکھتا۔

عبدالعزیز ماجشون بہترین شاعر بھی تھے وہ بہت کم گو تھے اور کسی خاص موقعہ پر شعر کہتے تھے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ خوب کہتے تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی کے دربار میں بیٹھے تھے کہ بات چلتے چلتے شعر و شاعری تک آ پہنچی اور اثنائے گفتگو میں مہدی کا ذوق شعر فہمی بیدار ہوا۔ اور اس نے ماجشون سے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

آپ نے اپنے ان دوستوں کے بارے میں جن کا شُمار فقہا کے زمرے میں ہوتا ہے اور وہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں کبھی بصورتِ شعر اظہارِ خیال کیا ہے؟"

فرمایا: "ہاں! مَیں نے ایسے دوستوں کے متعلق کچھ شعر کہے ہیں ؎"

"مہدی نے کہا، کیا میں توقع رکھوں کہ آپ یہ شعر اس مجلس میں سنائیں گے؟"

فرمایا۔ "ضرور سناؤں گا۔"

اس کے بعد اُنہوں نے جو اشعار مہدی کو سنائے ان کا ترجمہ یہ ہے:

علم و فضل کے علاوہ اتقار و پرہیزگاری میں بھی ان کا جواب نہ تھا۔ عقل و خرد اور معاملاتِ سیاست میں بھی ان کا درجہ بڑا اُونچا تھا۔

"اے دوستوں کی موت پر کثرت سے آنسو بہانے والو! غور سے سُنو! میں اس المناک وقت کے وقوع پذیر ہونے سے قبل خوفزدہ رہتا تھا۔

زمانے کی آنکھ نے جب یہ دیکھا کہ ہم تمام دوست ایک مقام پر رہنے کی وجہ سے آپس میں بہت انس و محبّت کا برتاؤ کرتے ہیں تو اس نے ہمارے درمیان فراق کی دیوار کھڑی کر دی اور ہم میں فرق ڈالنے کے لیے بڑی ہی سعی کی جس میں اسے کامیابی ہوئی اور ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔

واللہ! میں زمانے کے آلام و شئوم کی عادت کو جانتا ہوں۔ وہ اس وقت تک میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ اپنے غیظ و غضب کا ایک ایک جرعہ میرے حلق سے نیچے نہیں اتار دیں گے۔

مَیں دوستوں کی موت کے مسلسل صدمے سہنے کے بعد اپنے آپ کو اس مقام پر لے آیا ہوں کہ زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے یہ کہہ سکوں کہ تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر گزر۔ اب تک تو نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے کیا اس پر کچھ اور بھی اضافہ ممکن ہے؟"

یہ دردناک اشعار سُن کر مہدی کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور اس نے کہا:

"ماجشون! آپ بہت بڑے عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم الشان شاعر بھی ہیں اور شاعر ہونے کی حیثیت سے انعام و اکرام کے مستحق ہیں۔ واللہ! میں آپ کی اس قدر مالی امداد کرونگا کہ آپ سب سے بے نیاز ہو جائیں گے اور آپ کی کوئی دنیوی ضرورت ایسی نہ ہو گی جو پوری نہ ہو سکے۔"

چنانچہ اس نے اسی وقت دس ہزار دینار عطا کرنے کا حکم دیا۔ عبدالعزیز ماجشون نے یہ دس ہزار حاصل کیے اور گھر روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر اُنہوں نے یہ پوری رقم اپنے بیٹے کے حوالے کر دی۔ ان کا بیٹا اپنے باپ کی سخاوت و جودت کو خوب جانتا تھا اور اس نے باپ سے یہ تربیّت حاصل کی تھی کہ روپے پیسے کا صحیح مصرف یہ ہے کہ اس سے نادار اور مستحق کی مدد کی جائے۔ اسے اپنے پاس رکھنا اور پھر اس پر قارون بن کر بیٹھ جانا انتہائی غلط بات ہے۔ چنانچہ سعادتمند بیٹے نے یہ تمام دینار مستحقین میں تقسیم کر دیئے اور باپ اس سے بہت ہی خوش ہوا۔ کیونکہ اس رقم کا صحیح ترین مصرف یہی تھا۔

عبدالعزیز جن اوصافِ نوع بنوع سے متصف تھے، ان میں ایک یہ ہے کہ وہ بہت بڑے مصنّف بھی تھے۔ خطیب بغدادی تحریر فرماتے ہیں کہ احکام کے موضوع سے متعلق اُنہوں نے چند کتابیں تصنیف کیں۔ ابن وہب نے بھی ان کو مصنف کہا ہے، لیکن ان کی تصنیفات کی نشاندہی نہیں کی۔

شذرات الذہب کی جلد اوّل میں ان کی وفات کے سلسلے میں ان کے بیٹے سے ایک واقعہ منقول ہے جو نہایت ہی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے اور وہ یہ ہے۔ ان کے بیٹے بیان کرتے ہیں۔

میرے باپ کی رُوح جب ان کے جسدِ خاکی سے پرواز کر گئی، تو ہم نے اسے غسل دینے کی تیاری شروع کی اور انہیں ایک تختہ پر لٹا دیا۔ جب غسال غسل دینے لگا تو اس نے دیکھا کہ ان کے تلوے میں ایک رَگ پھڑک رہی ہے اور اس کی حرکت قدرے تیز ہو گئی ہے۔ اس نے غسل کا سلسلہ بند کر دیا اور لوگوں کو یہ بات بتائی۔ اس پر کئی قسم کی باتیں ہونے لگیں۔ بہرحال اتفاق رائے سے غسل دوسرے دن کے لیے معرضِ التوار میں ڈال دیا گیا۔ دوسرے روز غسل کی تیاری کی گئی اور غسال نے اپنا کام شروع کیا تو پھر یہی صورتِ حال پیش آئی۔ غسال پھر پیچھے ہٹ گیا اور یہ عجیب و غریب بات قرب و جوار میں پھیل گئی۔ تیسرے دن اس کاروائی کا پھر آغاز کیا گیا، مگر ان کے تلوے کی رگ اب بھی مسلسل حرکت کناں تھی۔ اس کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ عبدالعزیز ماجشون کے سارے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ یکایک اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ سب لوگ کھڑے تھے اور یہ عجیب منظر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے لوگوں کو اپنے اِرد گرد کھڑے ہوئے دیکھا تو سَتّو کا پیالہ طلب کیا۔ فوراً تعمیلِ ارشاد ہوئی اور سَتّو پلائے گئے۔ جب اُنہوں نے ستو کا پیالہ لبوں سے الگ کر کے نیچے رکھا اور الحمدللہ پڑھا، تو ان پر جھک پڑے اور سوال کیا کہ یہ تین دن آپ نے کس طرح بسر کیے اور تین دن اور تین راتوں پر پھیلی ہوئی ان طویل ساعتوں

میں آپ پر کیا گزری ؟ آخر ہمیں بھی اس سے مطلع فرمایئے ۔ کہا ، بہت اچھا سب باتیں سناتا ہوں ۔چنانچہ انہوں نے پُورا واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ۔

"میری روح کو جسم سے الگ کرنیکے بعد فرشتہ اسے اُوپر کو لے کر روانہ ہوا تو اس نے آسمانِ دنیا (پہلے آسمان) کو عبور کیا اور اسی طرح چلتا اور مختلف مراحل طے کرتا ہوا ساتویں آسمان تک پہنچ گیا ۔ وہاں اس فرشتے سے سوال کیا گیا ۔

"تمہارے ساتھ کون ہے ؟"

کہا ، "عبدالعزیز الماجشون"

جواب دیا گیا ، "ابھی تو عبدالعزیز الماجشون کی عمر ختم ہونے میں ، اتنے سال ، اتنے مہینے ، اتنے دن اور اتنی گھڑیاں باقی ہیں ۔ تم ابھی سے اس کو کیوں لے آئے ؟"

یہ سُن کر فرشتے نے اپنے سفر کا رُخ بدلا اور میری رُوح کو لے کر نیچے اترنا شُروع ہوا ۔ اس اثنار میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور بائیں جانب حضرت عمر رضؓ فاروق ہیں اور سامنے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں ، لیکن میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو نہیں پہچانا ۔ میں نے فرشتے سے پوچھا :

"آنحضرتؐ کے سامنے یہ کون بزرگ تشریف فرما ہیں ؟" ۔ اس نے جواب دیا ، "عمر بن عبدالعزیز رضؓ ۔"

میں نے عرض کیا ، یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ قریب بیٹھے ہیں ۔"

فرشتے نے کہا ، "عمر بن عبدالعزیز وہ شخص ہیں جنہوں نے ظلم وجور کے زمانے میں حق پر عمل کیا ۔ اب ان کے درمیان فرق کی نوعیت ظاہر ہے ۔"

اگر شذرات الذہب میں مرقوم یہ واقعہ صحیح ہے تو عبدالعزیز الماجشون کو اس دنیا میں رہنے کی کچھ عرصہ اور مہلت مل گئی اور بالآخر وہ ساعت آ ہی گئی جس سے اس عالمِ فانی کا کوئی متنفس محفوظ نہیں رہ سکتا ۔

وہ ۱۶۴ھ میں مدینہ منورہ سے واپس آئے اور بغداد میں مقیم ہوئے اور وہیں اسی سال اس دنیائے فانی سے کوچ کر کے عالمِ جاودانی کو سدھارے ان کے جنازہ میں بے شمار لوگوں نے شرکت کی جن میں خلیفۂ وقت مہدی بھی شامل تھا ۔ نمازِ جنازہ مہدی نے ہی پڑھائی اور قریش کے قبرستان میں مدفون ہوئے ۔ ان کی وفات پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے مہدی نے کہا ، "آج آفتابِ عالم غروب ہو گیا ۔"

ایک اور بزرگ نے کہا ، "عبدالعزیز الماجشون کی وفات سے دنیا علم وتقویٰ سے محروم ہو گئی ۔"

ان کے شاگرد ابن مہدی جو شدّت جذبات سے مغلوب تھے روتے ہوئے بولے ، "الماجشون حدیث وفقہ کے سب سے بڑے عالم تھے ۔ اب کوئی شخص ایسا نہیں جس کی طرف اس سلسلے میں رجوع کیا جائے ۔"

جب ان کو دفن کیا گیا اور دعا کے بعد لوگ واپس ہونے لگے تو خلیفہ مہدی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے لرزتی ہوئی زبان سے کہا ،

"آہ ! ہم نے اپنے ہاتھوں سے علم کو مٹی میں دبا دیا ۔"

منادی والا کہتا تھا :

امامِ مالک اور عبدالعزیز ماجشون کے سِوا کوئی شخص فتویٰ نہ دے اور نہ فقیہات کے باب میں زبان کھولے ۔

بقیہ : انسائیکلو پیڈیا

دسویں صدی میں مخالفت شروع ہو گئی ۔ یہاں یہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے کہ معتزلہ کے سب نظریات صحیح تھے یا ان کے اعمال ہمیشہ صحیح رہے ۔ مقصد صرف یہ ہے کہ معتزلہ تحریک عقل کی اہمیت پر زور دیتی تھی ۔ اور صرف یہی ایک عنصر ایسا ہے جس کی وجہ سے اس تحریک کو اسلامی فکر میں اہم مقام حاصل ہے ۔

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہو گی ۔

محمد اسحاق بھٹی

حضرت عجردہ عمیہ رحمۃ اللہ علیہا

ایک عابد و زاہد خاتون

وہ تیس ۳۰ برس تک مسلسل عبادت میں مصروف رہیں

حضرت عجردہ عمیہؒ بصرہ کی ایک عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں ابن جوزی نے صفوۃ الصفوہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کی تاریخ ولادت کیا ہے بچپن کا زمانہ کس حالت میں گذرا ۔ کہاں اور کن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اور کب موت کی آغوش میں گئیں ۔ جو حالات معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں ۔

عبادت وزُہد

یہ بصرہ کی رہنے والی تھیں اور عبادت وزُہد میں مصروف رہتیں اور نوافل پڑھنے میں رات بسر کر دیتیں ۔ بسا اوقات یہ ہوا کہ ادھر سورج غروب ہوا رات کی تاریکی چھانے لگی اور یہ عبادت میں مصروف ہو گئیں ۔ اور پھر اذانِ فجر تک اسی عالم میں کھڑی رہیں ۔ بعض دفعہ سحر کی تنہائیوں میں دل کلیتہً اللہ کی یاد میں مستغرق ہو جاتا اور یہ عبادت میں کھو جاتیں تو نہایت غمناک اور محزون آواز میں پکارتیں :۔

"اے پروردگارِ عالم تیرے عبادت گذار بندے تمام دنیا سے قطع کر کے تیرے دروازے پر حاضر ہو گئے ہیں تو ہی ان کا مالک اور ان کی مغفرت کے اسباب پیدا کرنے والا ہے ۔ یہ عاجز و ناتواں بندے ہیں ۔ تیرے سوا ان کا کوئی ٹھکانا نہیں تو ان کی آرزوؤں کو قبول فرما اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز کر !"

یہ درد ناک آواز جب شب کی تاریکیوں کو چیر کر لوگوں کے کانوں سے ٹکراتی تو لوگ بے تاب ہو جاتے اور تمام تر توجہ یادِ خدا میں لگا دیتے ۔ ان کے اس اندازِ عبادت سے متاثر ہو کر اور ذکرِ الٰہی کی اس ادا رِ خاص سے اثر پذیر ہو کر بے شمار لوگ اسلام کی نعمت سے مالامال ہوئے اور اپنے آپ کو اللہ کی تحویل میں دے دیا ۔

عبادت میں تسلسل

پھر عبادت کا یہ سلسلہ گنتی کے چند ہفتوں یا چند مہینوں تک ہی جاری نہیں رہا ۔ بلکہ اس نے مسلسل تیس سال تک طول کھینچا ۔ یعنی جب سے شروع کیا موت کے دروازے تک اسے جاری رکھا اور اس پر التزام کیا ۔ قلب پر اس قدر رِقت طاری ہو گئی تھی کہ ہر وقت خوفِ خدا سے روتی رہتیں اور کسی آن بھی آنکھوں سے پانی خشک نہ ہوتا ۔

خدمتِ خلق

یہ صرف عابدہ وزاہدہ ہی نہ تھیں ۔ ان میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ جہاں رات مُصلے پر صرف کرتیں اور یادِ خدا میں مشغول رہتیں وہاں سورج نکلتے ہی لوگوں کی خدمت میں مصروف ہو جاتیں ۔ بچوں اور عورتوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیتیں اور کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتیں ۔

سخاوت

آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ نہ تھا تاہم دل کی بہت سخی تھیں اور سخاوت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتیں ۔ ضرورت مندوں کی درہم و دینار سے مدد کرتیں بھوکے کو کھانا کھلاتیں ، کسی کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں تو لباس کا انتظام فرماتیں ۔ جوتی نہیں ہے تو مہیا کرتیں ، یہاں تک کہ مجاہدین کے لئے چندہ بھی فراہم کرتیں اور اپنی گرہ سے بھی ان کی اعانت کے لئے ساعی ہوتیں ۔ اور اس دور کی خواتین کی یہ صفت تھی کہ وہ ہر ضرورت مند کا سہارا بنتیں اور ان کی امداد و نصرت کے لئے اپنی تمام کوششیں وقف کر دیتیں ۔ اس زمانے میں تنظیموں اور اداروں کا یہ ہمہ گیر سلسلہ تو نہ تھا ۔ جو اب نظر آ رہا ہے ۔ البتہ انفرادی مدد میں وہ لوگ بہت پیش پیش رہتے اور مجموعی حیثیت سے لوگوں کی اعانت میں ان کے قدم آگے ہی ہوتے ۔

ایک شہادت

ان کی عبادت وریاضت اور اعانت ونصرت کے سلسلے میں حضرت آمنہ بنت یعلیٰ بن سہیل کا کہنا ہے کہ جب فضائے بسیط پر رات کی سیاہ چادر تن جاتی تو عجزوہ عمیہ خاص لباس زیب تن کرلیتیں۔ اور ادائے خاص سے عبادت میں مصروف ہوجاتیں اور پھر سحری تک برابر یہ سلسلہ عبادت جاری رہتا۔ سحری کے بعد مصلے پر بیٹھ جاتیں اور ایک ہیئت خاص میں طلوعِ فجر تک حالت جلسہ میں رہتیں۔ پھر فجر کی نماز ادا فرماتیں بعدازاں تلاوتِ قرآن کرتیں، بچوں اور عورتوں کو درس دیتیں اور اس سے فارغ ہوکر کچھ کھاپی کر گھریلو کاموں میں عورتوں کی مدد کرتیں۔

حضرت آمنہ بنت یعلیٰ ان کے اس روزانہ کے معمول کی شہادت دیتے ہوئے کہتی ہیں کہ میں نے کئی دفعہ انہیں اس کیفیت میں دیکھا اور محسوس کیا کہ شب بیداری یا دن کے کاموں کی تھکاوٹ کے کوئی آثار ان کے چہرہ پر نہیں ہوتے تھے۔

سادگی

نہایت سادہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ لباس اور اکل وشرب کے باب میں کسی نوع کا تکلف نہ کرتیں۔ حتیٰ کہ عید کے روز بھی سادہ لباس میں ملبوس ہوتیں۔ جن لوگوں نے انہیں عید کے دن دیکھا، وہ کہتے ہیں، وہ عید پڑھنے کے لئے نکلیں تو صوف کا جبہ صوف کی چادر اور صوف کی عبا زیب تن کئے ہوئے تھیں اور یہ لباس اتنا موٹا تھا کہ دور سے اس پر چمڑے کا شبہ ہوتا تھا۔

روزے کا التزام

وہ دوسری عبادت کے ساتھ روزے بھی التزام سے رکھتیں۔ فرض روزے تو خیر رکھتی ہی تھیں۔ اس کے علاوہ نفلی روزے بھی ممنوعہ ایام کے علاوہ ترک نہ کرتیں۔ منقول ہے کہ انہوں نے متواتر ساٹھ سال روزے رکھے۔ البتہ ساٹھ سالوں میں وہ دن مستثنیٰ ہیں، جن میں روزے رکھنا حرمت کی ذیل میں آتا ہے۔ مثلاً ایام عید وغیرہ۔

بہرحال یہ نہایت نیک اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ افسوس ہے اس سے زیادہ ان کے بارے میں کوئی بات تاریخ مدجال کی کتابوں سے معلوم نہ ہوسکی۔

خوشخبری

جامعہ عربیہ چنیوٹ میں داخلہ

دینی طلبہ کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ جامعہ میں حسب سابق درسِ نظامی کے ساتھ ادیب عربی، فاضل عربی اور میٹرک کے امتحانات کی باقاعدہ تیاری کرائی جاتی ہے۔ فاضل اساتذہ خدمت تدریس انجام دے رہے ہیں۔ خصوصاً دارالافتاء سعودی عرب کی طرف سے جامعۃ الریاض کے سند یافتہ اساتذہ عربی تحریر و تقریر کی خصوصی مشق کراتے ہیں۔ اور لائق طلبہ کو ریاض یونیورسٹی میں ادارہ دعوت و ارشاد کی طرف سے مزید عربی تعلیم کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

خواہشمند طلبہ ۱۵ر شوال تک داخلہ لے سکتے ہیں۔

منظور احمد چنیوٹی پرنسپل جامعہ عربیہ و ناظم اعلیٰ ادارہ مرکزیہ دعوت و ارشاد چنیوٹ، جھنگ

ٹیلی فون نمبر ۶۴۹۸۴ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۴۰۶

قرآن پاک

پڑھئے ـــــ عمل کیجئے

ـــــ اور دارین میں کامیابی حاصل کیجئے

بہترین طباعت سے آراستہ ۔ عمدہ کاغذ ۔ شاندار جلد

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا

مترجم ومحشیٰ

قرآن عزیز

خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی پڑھائیے

قسم اعلیٰ ۲۰۰/- روپئے قسم اول ۱۰۰/- روپئے قسم دوم ۷۵/- روپئے قسم سوم ۵۰/- روپئے

ناشر

انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور